© rasailojaraid.com

غزل

جناب سعادت نظیر

بے ثباتی کا یہ اشارا ہے — زندگی صبح کا ستارا ہے
کیا کہیں؟ حال کیا ہمارا ہے؟ — غم نے بے موت ہم کو مارا ہے
لاکھ ہم سے بُرا سہی لیکن — وہ ہمارا ہے، وہ ہمارا ہے
راہِ پُرخار میں ترے میں نے — ہر قدم پر تجھے پکارا ہے
دیکھتا ہوں نظر اُٹھا کے جدھر — حُسنِ فطرت کا اک نظارا ہے
چشمِ بینا جو ہو تو اے غافل! — ذرّہ ذرّہ زمیں کا تارا ہے
تم ہی جب ہو گئے ہو بیگانے — کون دنیا میں پھر ہمارا ہے
رسمِ الفت نے کر دیا مجبور — ناگوارا بھی اب گوارا ہے
ساتھ میرا نہ چھوڑ اے اُمید! — تیرا لے دے کے اک سہارا ہے
گُل تو گُل ہیں مری نگاہوں میں — خار بھی اس چمن کا پیارا ہے
لوگ جس کو نظیرؔ کہتے ہیں — صیدِ رم خوردہ وہ ہمارا ہے

غزل

جناب شمس نوید

غمِ جہاں کو خوشی بھی نہ سازگار آئی — خزاں کے سائے سے سہمی ہوئی بہار آئی
شبِ فراق گئی، شامِ انتظار آئی — وہ خود تو آ نہ سکے، یاد بار بار آئی
سجی ہے رات کے پردوں میں کسی کی محفلِ ناز — دمِ سحر جو ہوا آئی مشکبار آئی
قبول کر کہ نہ کر۔ یہ یقین دلا دے مگر — سکوتِ شب میں یہاں تک تری پکار آئی
چمن کی پیاس کو شبنم نہ دے سکی تسکین — بہارِ لالہ و گُل سوئے خون دار آئی
وہی خرد کہ جسے اپنے "سائے" پر شک تھا — ترے حضور بڑی زود اعتبار آئی
ہوس کو سود و زیاں سے کبھی ملی نہ نجات — کہ خود ہی دام بچھایا تھا خود شکار آئی
بڑی حسین تھی محبت کی فاتحانہ شکست — جو جانِ دل کے لئے جانِ دل کو ہار آئی

© rasailojaraid.com